Title - AL TABLEEGH .

Creator - Abul Kalaam Azad .

Publisher - Azad Research Institute (Karachi)

Date - N.A .

Pages - 24

Subjects - Islam - Dawat-o-Tableegh .
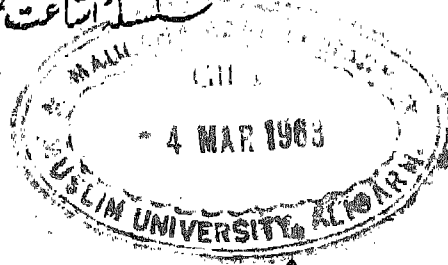
سلسلۂ اشاعت نمبر ۱

التبلیغ

امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ
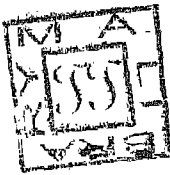
شائع کردہ

آزاد ریسرچ انسٹی ٹیوٹ پاکستان کراچی

سلسلۂ اشاعت نمبر ۱

برائے تبصرہ

التبلیغ

امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ

ملنے کا پتہ
مکتبہ سعدیہ
۹/۱ علیگڈھ ہاؤسنگ سوسائٹی - کراچی

قیمت :- پچاس نئے پیسے

حرف اول

جمعیۃ اہل حدیث کی سالانہ کانفرنس کلکتہ میں حضرت امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کی صدارت میں ہونے والی تھی لیکن حضرت مولانا ان ایام میں دہلی میں مصروف تھے۔ جب کانفرنس شروع ہوگئی اور حضرت مولانا نہ پہنچ سکے تو حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی عارضی صدارت میں کانفرنس شروع ہوگئی جس روز کانفرنس ختم ہوئی معلوم ہوا کہ حضرت مولانا کلکتہ پہنچ رہے ہیں۔ جمعہ کا روز تھا اور ایک عظیم الشان مجمع حضرت مولانا کی تقریر سننے کے لئے بیچین تھا، لیکن حضرت مولانا نے جمعہ کے وقت تقریر کرنے سے انکار کردیا چنانچہ بعد نماز مغرب تقریر ہونا طے پائی۔

حضرت مولانا کی یہ ایک نہایت اہم اور بصیرت افروز تقریر تھی جس کا اندازہ قارئین کرام کو خود ہو جائے گا۔ مولانا کی تقاریر اور خطبات کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ لیکن کسی صاحب کی نظر اس تقریر پر نہ پہنچ سکی۔ آزاد ریسرچ انسٹی ٹیوٹ نے اس کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔ پیش نظر اسلامی تبلیغی اور اصلاحی سلسلہ اشاعت کی اس سے ابتدا کی جارہی ہے۔

اگرچہ حضرت مولانا کی یہ تقریر کسی تعارف وتبصرہ کی محتاج نہیں لیکن پھر بھی یہ عرض کرنا بے جا نہ ہوگا کہ اس تقریر میں مولانا مرحوم نے تبلیغ کے مختلف پہلوؤں پر جس انداز سے روشنی ڈالی ہے یہ انہی کا حصہ تھا۔ نیز انہوں نے اس تقریر میں یورپ کے ذہنی انقلاب، اس کے معاشرتی مسائل اور موجودہ ذہنی وفکری رجحان پر سیر حاصل تبصرہ فرمایا ہے اور جس انداز میں تبلیغ واشاعت اسلام کی ضرورت واضح کی ہے علمائے کرام کو اس پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہیئے۔ کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہمارے

علمائے کرام وقت کے ان تقاضوں کو محسوس کریں اور اس کی روشنی میں نئی بنیادوں پر تبلیغ و اشاعت کی عمارت تعمیر کریں؟

اس تقریر میں مولانا نے سوشلزم اور جمہوریت پر تبصرہ بھی کیا ہے اور یہ بہت خوب ہے اور اس قابل ہے کہ ہم اس پر سنجیدگی سے غور کریں۔ اور اس کی روشنی میں سوشلزم اور جمہوریت وغیرہ کے بارے میں اپنے افکار و نظریات کا جائزہ لیں۔

فرانس نے انقلاب کے ذریعے ایک نظام سے نجات حاصل کرنا چاہی تھی لیکن کیا ہوا؟ مولانا مرحوم کے الفاظ میں "پہلے کی جگہ دوسرے سرمایہ دار آ گئے" اور مروجہ جمہوریت کی حقیقت یہ سامنے آئی کہ "بڑے بڑے عزت حاصل کرنے لگے اور باقی سب ذلت میں پڑ گئے۔"

مولانا نے آخر میں، ملک کی مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے کسی مستند ترجمہ نہ ہونے اور اس طرف سے غفلت برتنے کی جو شکایت کی ہے، وہ آج تقریباً تیس سال گذر جانے کے بعد بھی حق بجانب ہے۔ نیز اپنی ہمسایہ غیر مسلم قوموں تک قرآن کی تعلیمات نہ پہنچانے کی جو غفلت مسلمانوں سے ہوئی ہے، وہ کوئی معمولی غفلت نہیں۔ اس کی سزا مسلمانوں کو بہت سخت برداشت کرنی پڑی ہے۔ اور نقصان اتنا عظیم کہ اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ اگر مسلمانوں نے اپنے اس عظیم فرض کو پہچانا ہوتا تو آج حالات کا نقشہ دوسرا ہوتا۔

مولانا کی یہ تقریر مسلمانوں اور خصوصاً علمائے کرام کی کوتاہیوں کی نشاندہی بھی کرتی ہے، اور ان کے سامنے راہ علم و بصیرت بھی کھولتی ہے۔ انہوں نے صرف غلطیاں ہی نہیں گنا دی ہیں بلکہ اصلاح کا طریقہ بھی بتا دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ تبلیغ کی اہمیت کو سمجھیں اور اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے حضرت امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کے خیالات و افکار سے استفادہ کریں۔

ناظم
مکتبہ سعدیہ

مرض کی تشخیص اور اس کا علاج

نئے انداز فکر کی ضرورت

اسلام کیا ہے؟ وہ اللہ کی صداقت کا ایک عالمگیر پیغام ہے۔ ہم تمام کرۂ ارضی
نظر ڈالیں، اس کرۂ ارضی کی نبض ہاتھ میں لیں اور بیماری کی تشخیص کے بعد اس کے سامنے
آب حیات پیش کریں۔ تمام قوموں کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ ان کو پیاس کس آب حیات
کی ہے؟ لیکن آپ کی نظر محدود اور مسئلہ وسیع ہے۔ ہم سے کوتاہی ہو رہی ہے۔ ضرورت اس
بات کی ہے کہ علمی حیثیت سے مطالعہ کریں، کہ دنیا کی حالت کیا ہے؟ اس کو ضرورت کس چیز
کی ہے؟ تو پتہ چل سکتا ہے۔ اور اگر ہم ایسا کریں تو دنیا کی عجیب باتوں میں بھی اس سے
زیادہ کوئی عجیب نہیں ہو سکتی کہ دنیا کی تمام قومیں جس کی تلاش میں ہیں وہ تو آپ کے
پاس قرآن میں ہے۔ لیکن حالت یہ ہے کہ ہر گوشہ میں اس سے انکار ہے۔

اداروں کا تعصب اور عوام کی حالت

حقیقتاً ایک شخص جو اسلام کی تعلیم اور دنیا کی حالت سے واقف ہو، حیرت میں
رہتا ہے کہ روشنی ہوتے ہوئے بھی دنیا اس کا اعتراف نہیں کرتی۔ اس زمانے میں حکومتیں

اور جماعتیں متعصب ہیں، ادارے متعصب ہیں، لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ عوام میں علم کی وسعت نے، عقلی نشوونما نے سائنس کی روشنی نے، یورپ اور امریکہ میں ہزاروں نہیں بلکہ کروڑوں بے تعصب انسان پیدا کر دیئے ہیں۔ ان میں اتنی سچائی ہے کہ ہر حقیقت کو مان لیتے ہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ اسلام عالمگیر صداقت کے ساتھ موجود ہے اور وہ متوجہ نہیں ہوئے؟ دنیا جس کو ڈھونڈتی ہے، وہ اسلام کے سوا کچھ نہیں ہے پھر بھی کوئی حرکت ایسی نہیں ہوئی جو ان کو اپنی طرف متوجہ کرے؟ لوگ اس برکت سے محروم ہیں۔ ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں نگاہیں روشنی کی تلاش میں بھٹکتی پھر رہی ہیں، روشنی سامنے ہے اور وہ نہیں دیکھتے۔ کیوں؟ روشنی تو ایسی چیز ہے جو دور ہی سے نظر آئے، مگر روشنی پر اگر چادر ڈال دیں تو روشنی باہر نہیں نکلے گی۔

میں صاف کیوں نہ کہوں ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام تمام سچائیوں کے باوجود لوگوں کی غلط فہمیوں کا نشانہ بنا ہوا ہے۔ اس کے متعلق غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں پھیلی ہوئی ہیں اور پھیلائی جا رہی ہیں اور وہ ذوق طلب پیدا نہیں ہوتا جو ہونا چاہیئے تھا۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ مدتوں کی لپٹی ہوئی چادر کو ہٹا دیا جائے تاکہ روشنی کو سب دیکھ سکیں، اور پروانوں کی طرح آکر اس سے لپٹ جائیں۔

تبلیغِ اسلام کے دو میدان

تبلیغ اسلام کے دو میدان ہیں، ایک خارجی دوسرا داخلی۔ خارجی میدان وہ ہے کہ جہاں غیر مسلمان اور غیر مسلمین ہیں ہم کو تبلیغ کرنی ہے۔ داخلی سے مقصود یہ ہے کہ جہاں تک مسلمانوں کے اعمال وعقائد کا تعلق ہے جس میدان میں

مسلمانوں کے اخلاق و عادات کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ لیکن کیا وہاں حقیقی اسلام کا جلوہ نظر آرہا ہے؟ نہیں، تو میرے نزدیک اسلام کی تبلیغ کا اہم میدان داخلی ہے کیوں کہ ہم سے اس کی جلوہ فرمائی دور ہو گئی ہے۔ ہماری آنکھیں حقیقی اسلام اور اس کے جلوؤں کو ڈھونڈتی ہیں لیکن نہیں دیکھتیں، اس لئے صورت حال کو بدل ڈالنے کے لئے ہم سنبھلیں اور قدم اٹھائیں۔

اسلام کی اشاعت مقاصد اسلام کے لئے بے حد ضروری ہے غیر مسلموں میں جو غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں اور پھیلی ہوئی ہیں، ہمیں ان کو دور کرنا چاہیئے اور ساتھ ہی اندازہ کرنا چاہیئے کہ فکری زندگی کس رخ پر جارہی ہے اور وہ قومیں کس چیز کی ضرورت محسوس کر رہی ہیں؟ اس کے بعد ہم ان کی ضرورت کی تمام چیزیں اسلام کے خزانے سے نکال کر ان کے سامنے رکھ دیں تو ممکن نہیں کہ وہ کسی اور چوکھٹ پر سر جھکا دیں۔

اسلام کی مخالفت کا آغاز

بڑی مشکل یہ ہے کہ دنیا میں سب سے بڑی قوم عیسائیوں کی ہے اور یہ معلوم ہے کہ مختلف اسباب ایسے پیدا ہوئے کہ مختلف سیاسی جماعتوں کو مسلمانوں اور اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور اس ضرورت کے ماتحت انہوں نے اس پروپیگنڈے پر اپنی ساری جد و جہد ختم کر دی۔ اس پروپیگنڈے کا آغاز حروب صلیبیہ سے ہوتا ہے۔

یورپ میں تحریک ہوئی کہ بیت المقدس کو مسلمانوں سے لے لیا جائے کیونکہ بیت المقدس سیدنا حضرت عیسٰی علیہ السلام کا مولد ہے اور یورپ کی بڑی قومیت عیسائیوں پر مشتمل ہے۔ اسی تحریک کے زیر اثر تین سال کے اندر بیت المقدس پر آٹھ

حملے کیے گئے۔ آخر میں صلاح الدین ایوبی نے اس کو فتح کیا۔

غلط بیانات

لیکن یہ فتنہ دبا نہیں بلکہ بڑھتا ہی گیا۔ مسلمانوں پر غلط الزامات لگائے گئے تاکہ ان کی طرف سے بدظنی اور غلط فہمیاں پھیلیں۔ تمہیں ان الزامات کو سن کر حیرت ہو گی۔ کہا گیا کہ مسلمان ایک بت پرست قوم ہے اور محمد ایک سونے کا بت ہے جو مدینہ میں رکھا ہوا ہے۔ توحید سے انہیں کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ ایک ایسی قوم ہے جو دنیا میں صرف لوٹ مار کر کے اپنا پیٹ بھرنا چاہتی ہے۔

اب اس قسم کا پروپیگنڈا نہیں ہوتا کیونکہ خود عیسائیوں کے مذہبی اداروں کی حالت خراب ہے۔ جب پادری خود اپنے متعلق کچھ کہنے کھڑے ہوتے ہیں تو عوام یہ کہہ کر آگے بڑھ جاتے ہیں کہ یہ پاگل ہو گیا ہے۔ لیکن صدیوں کا زمانہ گذر چکا ان زہریلے خیالات کی اشاعت کی صدائے بازگشت اب تک یورپ میں موجود ہے اور یہ زہریلا پروپیگنڈا کہ اسلام (جو دراصل انسانیت کے لئے آب حیات ہے) زہر ہے، ان کے لٹریچر کا اہم جزو بن گیا ہے اضرب المثلیں قائم ہو گئی ہیں۔

سولہویں صدی میں دور جدید

پھر سولہویں صدی کا وہ زمانہ آیا کہ یورپ میں موجودہ تہذیب کی پیدائش ہوئی اور وہاں کے اداروں نے محسوس کیا کہ قرآن پاک کا ترجمہ کیا جائے، اشاعت و تعلیم کا کالج قائم کیا گیا۔ شام سے اہل علم عیسائیوں کو بلوایا گیا۔ قرآن کا تفسیر کے ساتھ لاطینی زبان میں ترجمہ شائع ہوا۔ (لاطینی اس وقت یورپ کی علمی زبان تھی اس لئے لاطینی میں ترجمہ ہوا) اور یہ ہی عربی کا پہلا ٹائپ ہے جس میں پہلی

مرتبہ یورپ میں قرآن شائع ہوا۔ اب حالت پہلی جیسی نہ تھی، لیکن اپنے اداروں اور مدرسوں میں پڑھنے والوں کی باگ ان ہی کے ہاتھ میں تھی۔ اس لئے اعمال کی تعبیر جس حال میں کی گئی وہ برائیوں سے خالی نہ تھی۔ وہ اثرات ضائع نہ ہونے پائے ان کا سلسلہ قائم رہا اور یہ حالت سترہویں صدی تک رہی۔

انگریز ہندوستان میں

اس کے بعد انگریز ہندوستان میں آئے، مسلمانوں سے ملے، پھر بھی جو لٹریچر اسلام کے متعلق لکھی گئی ہیں وہ غلط فہمیوں سے پر اور غلط فہمیاں پیدا کرنے والی تھیں۔ عیسائی مبلغین کے گروہ آئے، تبلیغ و اشاعت کے ادارے قائم ہوئے، اسلامی ممالک میں عیسائیت کی تبلیغ شروع ہوئی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ان کی تیار کردہ کتب از سرتاپا غلط تھیں، لیکن یہ تو کہہ سکتا ہوں کہ اگر مقدمہ غلط نہ تھا تو تشریح غلط ضرور تھی۔

ہندوستان میں مسیحیت کی تبلیغ

انیسویں صدی عیسوی میں ہندوستان میں عیسائیت کی تبلیغ کے لئے ایک ادارہ قائم کیا گیا۔ یہ وہی زمانہ ہے جب مسلمانوں میں بیداری کی جنبش پیدا ہوئی۔ مولوی محمد حسن اور وزیر خاں سینہ تان کر مدافعت کے لئے کھڑے ہوئے۔ ڈاکٹر وزیر خاں نے انگریزی زبان سیکھی، کتابوں کا مطالعہ کیا اور پادری فنڈر سے کامیاب مناظرہ ہوا۔

اس وقت پادریوں نے جس شکل میں اعتراضات کئے تھے، وہ موجودہ یورپ کی ترجمانی نہ تھی۔ موجودہ دور کے یورپ نے چرچ کو شکست دے کر مذہب کا

چولا اتار پھینکا ہے۔ مادی اور عقلی نشو ونما کا دور ہے اور وہ مذہب کو کسی حال میں بھی ماننے کو تیار نہیں ہے۔

مسلمان اور تبلیغ اسلام

لہٰذا تبلیغ اسلام کے لئے مسلمانوں کو دوسری صورتیں اختیار کرنی چاہئیں عیسائی مشنریوں کا نمونہ سامنے موجود ہے۔ دیکھو وہ کس طرح مذہب کی اشاعت کیا کرتے ہیں۔

جس زمانہ میں ہندوستان میں تعلیم کا نیا دور شروع ہوا اسی زمانے میں تبلیغ کا نیا دور شروع ہوا۔ اسی زمانے میں مصر اور ترکی میں بھی مشنری اپنا کام کرنے لگے لیکن ترکی میں اسلامی حکومت کی وجہ سے اپنے ارادوں میں ناکام رہے۔ البتہ مصر اور ہندوستان میں انہوں نے اپنا کام جاری رکھا۔ عیسائیوں کے اعتراضات مسلمانوں اور اسلام پر ہوتے رہے، یورپ کا ذہن اور اس کی مشینری الگ ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مبلغین کے کئی گروہ ہو گئے اور ہر گروہ برابر حملے کرتا رہا۔ سبھوں کو جوابات دیئے گئے ہیں، جن میں سے بہت سے اداروں نے جوابات کو مان لیا اور خاموش ہو گئے۔ لیکن ان کے دوسرے ساتھی برابر اپنے کاموں میں مشغول رہے اور ان سب کا جواب اسلام میں بیک وقت موجود ہے۔ مثلاً۔

مسئلہ طلاق اور یورپ

عیسائی کہتے ہیں کہ ایک مرد کے لئے ایک وقت میں ایک ہی عورت کی ضرورت ہے اور ایک سا ہی دلفریبی و خوشنمائی فرشتے میں پیدا کی گئی ہے، اس لئے

طلاق غلط ہے گناہ ہے۔ ایک الٰہی فرشتہ کو منقطع کرنا ہے۔ یہ ان کا ایک مقدمہ ہے۔

برخلاف اس کے نہ تو اسلام اس کو مقدس اور الٰہی فرشتہ قرار دیتا ہے اور نہ اس کے انقطاع سے منع کرتا ہے۔ بلکہ اس کو محض ایک مرد اور عورت کے درمیان زندگی نبا ہنے کے لئے ایک معاہدہ تصور کرتا ہے۔ لیکن واجبات اور فرائض کے ساتھ۔ اگر اس معاہدے سے فرائض اور واجبات ادا نہیں ہوتے تو پھر اسلام کے نزدیک یہ معاہدۂ اشتراک سوسائٹی کے لئے تعذیب ہے۔ اس لئے اسلام حکم دیتا ہے کہ جب ایسا موقع آجائے تو علیحدہ ہو کر چھٹکارا حاصل کر لو اور زندگی کو خوش گوار بنانے کے لئے اپنے اپنے راستے اختیار کر لو تاکہ زندگی راحت وسکون سے گذر سکے۔ کیونکہ اس معاہدے سے اس اشتراک جنسی کا مقصد اور واحد مقصد راحت وسکون کی زندگی گذارنا ہے تو جب ایسی زندگی نہ گذرے تو زبردستی دونوں کو ساتھ رکھنا ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟ اس لئے طلاق بھی نکاح کی طرح راحت وسکون کے لئے ضروری ہے۔ لیکن مسیحیت اس سے بالکل مختلف ہے۔ خواہ راحت کی تلاش میں سے ایک دو ہو کر پہلی راحت کو بھی کھو دو۔ لیکن پھر گئی ہوئی راحت کو حاصل کرنے کے لئے تم الگ نہیں ہو سکتے۔

آج یورپ میں سب سے بڑا معاشری مسئلہ جس کی گتھیوں کو سلجھانے کے لئے وہاں کا بڑے سے بڑا دماغ مصروف اور پریشان ہے، وہ مسئلہ نکاح اور طلاق کا ہے۔ وہ محسوس کر رہے ہیں کہ قومی ترقی کے لئے نکاح کی طرح طلاق بھی ضروری ہے۔ بلکہ وہاں کی نئی پود نے تو اکتا کر چرچ سے کھلم کھلا بغاوت کر کے ایک دوسرا طریقہ اختیار کر لیا ہے اور وہ طریقہ وقتی نکاح کا ہے۔ ایک مدت کے لئے نکاح کر لیتے ہیں، اور دیکھتے ہیں کہ اگر اچھی طرح نبھ جاتی ہے تو قائم رکھتے ہیں ورنہ اس

رشتے کو توڑ ڈالتے ہیں۔

سرسیدؒ کا اخلاص

یہی اعتراضات ہندوستان میں بھی عیسائی مشنریوں نے اسلام پر کئے تھے اور سب سے پہلے مخلص مسلمان سرسیدؒ تھے، جنہوں نے عیسائیوں کے اعتراضات کا جواب دینے کی سخت کوشش کی لیکن انہیں سمجھانے کے لئے انہوں نے مذہب سے زیادہ عقل سے کام لیا اور اسلام کی حقیقی تعلیم سے علیحدہ ہونے کا نتیجہ یہ نکلا عیسائی پادریوں کے اعتراضات کو مذبذب طور پر لوگوں نے مان لیا اور اسلام کے احکام کی تاویلیں شروع ہوگئیں اور یہ مسئلہ مذبذب بن کر رہ گیا۔ اور اس یورپ کا جس کی روشنی میں یہ سب تاویلیں ہوئیں، حال یہ ہے کہ سب سے بڑی پیاس تعدد و ازدواج اور مسئلہ طلاق کا فیصلہ کرتا ہے۔ اور یہ فیصلہ بہترین صورتوں میں تمہارے پاس موجود ہے۔ کاش! کہ تم ان کے سامنے پیش کرو۔

مغرب کے سامنے کیا پیش کرنا چاہیئے؟

ان کے سامنے پیش کرنے کے لئے تم کو کسی معجزے کی ضرورت نہیں ہے۔ یورپ مذہبی زنجیروں کو توڑ کر عقلی دور میں شریک ہو چکا ہے۔ یورپ کے موجودہ دور کا معیار وہ نہیں ہے جو بدقسمتی سے ایشیا اور مشرق کے علماء نے سمجھ رکھا ہے۔ جب تم ان کے سامنے اسلام پیش کرو گے تو وہ یہ نہیں دیکھے گا کہ معجزات ہیں یا نہیں! بلکہ وہ اپنی پیاس بجھانے کے لئے سرد پانی اور اپنی بیماری کے لئے تریاق کی جستجو کرے گا۔ وہ ڈھونڈے گا کہ جس چیز کی اس کو ضرورت ہے، وہ اسلام میں ہے یا نہیں؟ اور جہاں تک اسلام کا تعلق ہے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ صرف عیسائیت کا

نہیں بلکہ اس کے دامن میں ساری دنیا کی نجات ہے۔ ساری دنیا کی بیماریوں کے لئے تریاق کا چشمہ اس کی آغوش میں بہ رہا ہے! دنیا کو صلائے عام دو، اس صورت میں کہ وہ تمہاری طرف جھک جائے۔ تمہارے پاس تو ایک گھونٹ میں اس کی بیماریوں کا علاج ہے۔ جب تم اس صورت میں پیش کرو گے کہ وہ سمجھ سکے، تو ضرور جھکے گی۔

اسلام کی تعلیم کس طرح پیش کیجئے؟

اب سنو! یورپ کا معیار یہ ہے کہ وہ جلد از جلد سوسائٹی کے تمام مسائل کو حل کرنا چاہتا ہے۔ وہ ایسے لائحہ عمل کی تلاش میں ہے، جس کے ذریعے سے زندگی امن و صحت کے ساتھ بسر ہو سکتی ہو۔ وہ رکاوٹیں جو راہ میں حائل ہو جاتی ہیں، باقی نہ رہیں، تو اس کی صورت صرف یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم کو پیش کر دو۔ لیکن اس سے پہلے اس مسئلہ کو تو حل کرو کہ یہ تعلیم کن صورتوں میں پیش کی جائے، اس کے لئے قدم بڑھانا چاہیئے۔ اس میں نقصان نہیں کوئی برائی نہیں، اگر تعلیم انسان کے لئے ہے اور اس لئے ہے کہ زمین پر چلنے والے اس پر عمل کریں، تو اسی حالت میں، اسی صورت میں پیش کرو کہ وہ اسے دیکھ کر گھبرا نہ جائیں اور اگر اس لئے ہے کہ اس پر فرشتے عمل کریں تو تم کو اختیار ہے۔

ناکامیوں کا علاج

سوچو اور غور کرو کہ جو چیزیں تمہیں اس راہ میں ناکام بنا دیتی ہیں، وہ کیا ہیں، کس وجہ سے ہماری اجتماعی زندگی منتشر اور پراگندہ ہو رہی ہے اور اس کا حل کیا ہے؟ اس کا حل صرف قرآن کی تعلیمات پر عمل ہے۔ قرآن خود سوسائٹی کے معیار کی پرکھ کے لئے یہ کسوٹی بتاتا ہے کہ دیکھا جائے کہ اس سوسائٹی نے اپنی اجتماعی زندگی کے

مسائل کو اور راہ میں آنے والے مشکلات کا حل کس طرح کیا؟ لیکن تم نے کبھی اس پر غور بھی نہیں کیا اور اپنی اجتماعی زندگی کے انتشار کو ختم کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔

نئے نسخے کی تلاش

یورپ کی قومیں ہیں کہ عمل کو اپنا راہبر اور عقل کو اپنی راہ کی روشنی بنا رہی ہیں اور اس کے لئے ہمیشہ کوشاں ہیں کہ کوئی لائحہ عمل مل جائے۔ سب سے پہلے انہوں نے ایک نسخہ روما سے لیا۔ لیکن وہ ناکام ثابت ہوا، دوسرے دور میں انقلاب فرانس اور امریکہ کی آزادی نے انہیں جمہوریت کا پیغام سنایا، اس پیغام سے انہوں نے دوسرا نسخہ حاصل کیا۔ اور اس کا استعمال بھی کیا۔ لیکن نصف صدی کے اندر ہی اندر یہ بھی ناکام ثابت ہوا۔ اس کے بعد انہوں نے طرح طرح کے نسخے تجویز کئے۔ ایک نسخہ روسو کا تھا، دوسرا کارل مارکس کا تھا اور اسی طرح بہت سے حکیموں نے نسخے تجویز کئے مگر سب کے سب ناکام رہے اور اب بھی نئے نسخے کی تلاش میں سرگرداں ہیں، اور مختلف نسخوں کو آزما رہی ہیں۔ (لیکن ہر ایک نسخہ غلط ثابت ہوا) اور وہ نسخہ تمام صحت کے ساتھ تمہارے پاس موجود ہے۔ تم ان کے سامنے پیش کرو، وہ منظور کر لیں گی۔

مسیحیت کی یورپ میں ناکامی

عزیزان من! یہ غلطی نہ کھاؤ کہ مسیحی پادریوں کا مشن یورپ کا ترجمان ہے اور یورپ تمہاری چیزوں کو منظور نہیں کر سکتا۔ یورپ میں مسیحی مبلغین اپنے منتشر شیرازہ کو جمع کر رہے ہیں یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ یورپ میں اپنے لئے جگہ نہ پا کر دوسرا میدان تلاش کر رہے ہیں۔

مسیحی مبلغین یورپ کے ترجمان نہیں

اب ضرورت اس بات کی ہے اور مسلمان اسے خوب سمجھ لیں۔ یہ غلطی ان کے دماغوں میں حلول کر گئی ہے کہ یورپ کے ترجمان عیسائی مبلغین ہیں اور یورپ ان ہی کے ذریعہ سے اپنی بیماری کا علاج ڈھونڈھ رہا ہے، غلط ہے۔

سوسائٹی کے مسائل کا حل جس کی تلاش میں یورپ پریشان ہے، سوائے قرآن کے کہیں اور نہیں ہے اور اگر تم اس آب حیات کو اس کے سامنے پیش کرو گے تو یورپ قبول کرے گا۔ وہ نسخوں کی تلاش کرتے کرتے تھک چکا ہے۔ اس کی پیاس اب تک نہیں بجھی اور اب وہ اس چشمہ پر جھکنے کے لئے مجبور ہو گیا ہے۔

جمہوریت کا مفہوم

جمہوریت کے معنی یہ ہیں کہ طاقت و اقتدار چند افراد کے ہاتھ میں نہیں، افراد قوم کے ہاتھ میں ہو اور مساوات کے یہ معنی ہیں کہ سب برابر ہوں۔ لیکن لوگوں نے اپنے لئے کچھ اور ہی قانون بنائے ہیں، جن کی بنیاد خود غرضیوں اور تعصبات پر ہے۔ ایک طرف تو دنیاوی اور دوسری طرف مذہبی شہزادے پیدا ہو گئے ہیں اور لوگوں کی اجتماعی زندگی دو پتھروں کے نیچے دب کر رہ گئی ہے، انقلاب فرانس اور امریکہ کی آزادی نے اس پتھر کو ہٹانا چاہا لیکن ایک ہٹا تو دوسرا اس کی جگہ پر آ گیا۔

نیا نسخہ اور اس کے اثرات

جب قدیم نسخوں سے گھبرا اٹھے تو ایک بالکل نیا نسخہ تجویز کیا گیا جو اب روس میں سوشلزم کی صورت میں ہے لیکن میں تم کو بتا دوں یہ نسخہ بھی غلط ہے جس طرح پہلے نسخے غلط تھے۔ سوشلزم کو محض پہلی سرمایہ داری کا جواب سمجھ جیسے جتنی قوت کے ساتھ سرمایہ داری تھی، اب

اتنی ہی طاقتوں کے ساتھ اس سے انکار ہے۔ ضرورت اعتدال کی ہے اور سوشلزم میں اعتدال کا نام و نشان تک نہیں۔ میں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ دنیا جس چیز کو ڈھونڈھ رہی ہے وہ مساوات ہے۔ اور اس کی بہترین صورتیں تمہارے پاس ہیں۔ دنیا کی ساری پریشانیوں کا حل وہ ہے جو آج سے تیرہ سو سال پیشتر رسول عربیؐ نے پیش کیا۔ اگرچہ تیرہ سو سال سے متعصب نگاہیں اس میں سخت نکتہ چینیاں کرتی رہی ہیں، متعصب دماغ اس کی مضبوط جڑوں کو ہلانے کی کوشش کرتے رہے ہیں، لیکن کیا وہ اپنی لاحاصل کوششوں میں کامیاب ہوئے یا کامیاب ہو سکتے ہیں؟ نہیں!

اسلام کا سب سے بڑا معجزہ

اسلام کا سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ اس کا ظہور عرب میں ہوا۔ اس کی پہلی کرنیں وہاں پہنچیں جہاں سخت تاریکی و ظلمت تھی۔ حقیقت کی روشنی کہیں نظر آتی تھی اور نہ ان کی تاریکی پسند نگاہیں اس کو دیکھنا ہی چاہتی تھیں۔ عرب کا ہر فرد خود کو تو نوشیرواں اور خسرو سے کم نہ سمجھتا تھا۔ جماعتی گھمنڈ اتنا زیادہ تھا کہ ہر قبیلہ اپنے سوا دوسروں کو ذلیل سمجھتا تھا۔ اب تم آنکھیں اگر کھول کر دیکھو تو علم کی روشنی میں وہی حال یورپ کا ہے یا نہیں؟

عرب کی حالت

نسلی شرف کا حال یہ تھا کہ ہر شخص اپنے قبیلہ پر اتنا مغرور تھا کہ اگر خود دو دو تین چار خون کر دیتا تھا تو سمجھتا تھا کہ دوسرے کو باز پرس کا کوئی حق حاصل نہیں لیکن اگر دوسرے قبیلے کا کوئی فرد اس کے قبیلے کے کسی شخص کو قتل کر دیتا تھا، تو اس ایک کے بدلے چار کا خون کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔

اسلام کے ظہور کے اثرات

اسلام کا ظہور اسی وحشی قوم میں ہوا اور تیس برس کی مختصر مدت میں سارے عرب کو کچھ کا کچھ کر دیا۔

قرآن کے درس نے ان کے دلوں میں رشک و حسد کی دہکتی ہوئی آگ کو چھینٹے دے کر ٹھنڈا کر دیا۔ اسلام نے اتنی کم مدت میں، یہ سب کچھ، اس ملک میں کیا جہاں کے بہادر اپنے سے نیچے آدمی کے ہاتھ سے، میدان جنگ میں بھی مرنا نہیں پسند کرتے تھے، وہاں قریش کا سردار ایک غلام کو بنایا جاتا ہے اور ابو بکرؓ اس کی رکاب تھامے چلتے تھے اور وہ خوش نصیب غلام جس کی رکاب آقا تھامے تھے، حضرت زیدؓ تھے۔

اسلام کی تعلیم کا اثر

یہ تھا اسلام کا وہ عدیم المثال کارنامہ جو اس نے تیس برس کی مدت میں پیش کیا، نسلی اور شخصی غرور کا نام تک نہ رہا۔

نظریوں کا سوال نہیں، بلکہ سوال اجتماعی زندگی کی مشکلات کے حل کا ہے۔ ان عربوں کو اسلام نے زندگی کا لازمی جزو بنا دیا تھا اور جمہوریت کی وہ روح جو آج سے تیرہ سو سال پہلے پھونکی گئی تھی اور عملی مساوات کا وہ جوہر جو اسلام نے پیش کیا تھا آج بھی باقی ہے۔ اس کی ٹوٹی پھوٹی مسجدوں میں ہر روز پانچ وقت تمہاری آنکھیں یہ سب کچھ دیکھ سکتی ہیں۔ اسلام کی اچھوتی قوت کو دیکھو! اسلام آج تیرہ سو سال سے حکومت کر رہا ہے۔ تم میں سے ہزاروں اب بھی ایسے موجود ہیں جو اس کی تعلیمات سے بغاوت کرنا چاہتے ہیں۔ ان میں بھی جماعتی غرور کا شیوہ اختیار کرنے کی عادت پیدا ہو گئی ہے، لیکن اس کی طاقتوں کے آگے سر نہیں اٹھا سکتے۔ بڑے

سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹے درجہ کا آدمی پانچ وقت تو ضرور ایک ہی صف میں نظر آتا ہے۔ ہزار غرور و تمکنت کے باوجود بھی اگر وہ مسلمان ہے تو اس کو ایک ہی صف میں کھڑا ہونا ہوگا۔ یہی ہے مساوات اور اسی کی دنیا کو اشد ضرورت ہے، اسلام کا بنایا ہوا لائحہ عمل یہی ہے، جو کبھی بیکار ہونے والا نہیں۔

مسلمان مہترکو تم اس لئے اپنے ساتھ بٹھانے کے لئے تیار نہیں کہ وہ ظاہراً ناپاک کام کرتا ہے۔ اور خستہ حال رہتا ہے خواہ وہ تہجد گذار عابد ہی کیوں نہ ہو، اس کا دل ایمان کی شعاعوں سے منور ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے برخلاف تم ایک سفید کپڑے پہنے ہوئے آدمی کو اپنے ساتھ بٹھانے کے لئے اور کھلانے کے لئے بھی تیار ہو، خواہ اس کی روح کتنی ہی میلی، اس کا دل کتنا ہی تاریک اور اس کے اعمال کتنے ہی ناپاک کیوں نہ ہوں۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ تم غلط وزن کرنے کے عادی ہو گئے ہو اور اگر تم وزن غلط کرتے ہو تو تم خود غلط ہوتے ہو، جب تم خود غلط ہوئے تو تمہارا ہر قدم جو راہ اسلام میں اٹھے گا وہ غلط ہوگا۔

تبلیغ کہاں کی جائے

میں کہتا ہوں کہ پہلے سوچ تو لو کہ تمہیں کہاں تبلیغ کرنا ہے، اندرونی گوشوں میں یا بیرونی میدان میں؟ اگر اندرونی تبلیغ کرنا چاہتے ہو تو بہت سی برائیاں تمہاری آنکھوں کے سامنے مذہب کے دامن پر رنگتی ابھر رہی ہیں، ان کو دور

کرو۔ اور اگر بیرونی تبلیغ تمہارے پیش نظر ہے تو کسی اقدام سے پہلے یہ معلوم کرو کہ دنیا کیا چاہتی ہے؟ اس کو کس چیز کی پیاس ہے، اور تم اس کی پیاس کس طرح بجھا سکتے ہو؟ اور وہی چیز پہلے اس کے سامنے پیش کرو، ورنہ تمہاری کوششیں لاحاصل اور بے کار ہیں۔ دنیا کا رخ دیکھو! معلوم ہوگا کہ وہ اسی کو ڈھونڈھ رہی ہے جو پیغام اسلام کا ہے۔ اسلام کا پیغام امن اور دائمی راحت ہے۔ دنیا آج مسلسل مصائب سے گھبرا کر اسی کی تلاش میں ہے۔

نکاح اور طلاق

امریکہ کے صرف ایک صوبہ میں پچاس کلب ایسے موجود ہیں جو عقد موقت کی اشاعت کر رہے ہیں۔ یعنی پہلے لوگ ایک معینہ مدت کے لئے نکاح کریں، کیوں کہ اگر مسیحی قانون کے مطابق نکاح کرتے ہیں تو وہ کبھی ختم نہیں ہوتا اور اگر دونوں کا میل نہیں ہوتا تو دونوں کی زندگی مسلسل عذاب بن کر رہ جاتی ہے معلوم ہوا کہ یہی فطرت انسانی ہے، جب تک نہیں سمجھتے تھے، کرتے رہے، لیکن اب سمجھ گئے کہ یہ فطرت اور انسانیت کے لئے نقصان دہ ہے تو اب اس کو ترک کر رہے ہیں۔ اور یہی فطرت کا تقاضہ تھا۔ وہاں شادیاں، چار چار چھ چھ مہینوں کے لئے بھی ہوتی ہیں، لیکن تمہارے ہاں یہ چیز جس کو اب وہ پا سکے ہیں، پہلے سے موجود ہے اور عین فطرت ہے۔ اسی قسم کے دوسرے قوانین ہیں جو فطرت کے عین مطابق ہیں۔ دیکھو ایک طرف تو نکاح کی اہمیت قائم ہے اور دوسری طرف ایسے ناگفتہ بہ مصائب سے گلو خلاصی کے لئے بھی دروازہ کھلا ہے۔ آج یورپ و امریکہ کے معاشرتی نظام کا نقشہ اسلام میں ایک زمانے سے اور کامل طور پر موجود ہے۔

اسلام اور سوشلزم

انقلاب فرانس نے ایک نسخہ دیا تھا لیکن پہلے کی جگہ دوسرے سرمایہ دار آگئے، مساوات کا دور ختم ہو گیا۔ پھر بڑے بڑے عزت حاصل کرنے لگے اور باقی سب ذلت میں پڑ گئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جمہوریت کا نسخہ بھی غلط ہے۔ آج ہندوستان میں بھی اس کے مقلد موجود ہیں اور بہت زیادہ ہیں۔ لیکن اس کی وجہ کیا ہے؟ یہی کہ غلامی سے ہمارے دماغ ماؤف ہو گئے اور ہم یورپ کے سامنے جھک گئے۔

غلامی صرف ہماری قومیت ہی پر نہیں بلکہ دماغ پر بھی طاری ہو گئی ہے اور اب جمہوریت کے بدلے ہمارے سامنے سوشلزم ہے۔ ہاں! یہ صحیح ہے کہ سوشلزم اسی وقت سامنے آتا ہے جب انسان کے دل میں انتقامی جذبہ پیدا ہو جاتا ہے اور انتقامی جذبہ اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان مجبور ہو جاتا ہے۔ اسلام سرمایہ داری کے خلاف ہے۔ اسلام سے زیادہ سرمایہ داروں کی مخالف کوئی جماعت نہیں، کوئی تحریک نہیں، اس کی سب سے پہلی کوشش یہ ہوتی ہے کہ گھر میں دولت جمع ہی نہ ہو یہ نہیں کہ جب دولت جمع ہو جاتی ہے تو وہ اسے بانٹنے کی کوشش کرتا ہے۔ بلکہ وہ تو یہ چاہتا ہے کہ دولت ایک گھر میں ایک خاندان میں ہی نہ رہے بلکہ ہمیشہ پھیلتی رہے۔

اسلام کا ایک قانون ہے وراثت۔ باپ کی جائداد تمام اولاد میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ لیکن عیسائیوں میں صرف بڑے بھائی کو ملتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دولت نسلاً بعد نسلٍ بڑھتی چلی جاتی ہے اور سرمایہ داری قائم ہو جاتی ہے۔ اور جب تک دولت کا انجماد ختم نہ ہو جائے دنیا کو تسکین نہیں ہو سکتی، وہ ہمیشہ مضطرب رہے گی۔ اس لئے اسلام چاہتا ہے کہ دولت بٹ جائے ایک جگہ جمع نہ ہو بلکہ ہمیشہ پھیلی رہے اور یہی اس کا قانون وراثت ہے۔

اگر یہ نہ ہوتا تو فطرت کے مطابق بھی نہ ہوتا۔ اس لئے اسلام نے دولت کی تقسیم بہترین
صورت میں پیش کی اور اس وقت جب دنیا اتنی ہی تاریکی میں تھی۔ اب اگر تم چاہتے
ہو کہ اسلام کی تبلیغ اور اشاعت ہو تو سب سے پہلے ان تمام باتوں کو خود سمجھو۔ ان مفید
تعلیمات پر غور کرو ان پر پہلے خود عمل کرو پھر دوسروں کے سامنے پیش کرو کیونکہ اگر
تم خود سمجھ کر پیش نہیں کروگے تو دوسرے کیا سمجھیں گے اس سے زیادہ شرم کی اور کیا
بات ہو سکتی ہے کہ جو یورپ اور امریکہ میں تبلیغ کا خواب دیکھ رہے ہیں وہ اپنی ہمسایہ
قوم کو اب تک نہیں سمجھا سکے، پھر کس درجہ شرمناک بات ہے کہ تم سے اب تک اتنا بھی نہ
ہو سکا کہ اپنے اللہ کے پیغام کو دین فطرت کی تعلیم کو دنیا کی زبانوں میں نہیں تو کم از کم ملک
کی زبان میں اہل ملک تک پہنچا سکو۔

بتاؤ! تم نے انگریزی میں، ہندی میں، بنگالی میں، گجراتی میں، تامل یا تلگو میں، پنجابی میں یا
ملک کی دیگر زبانوں میں کونسا مستند ترجمہ ملک اور اہل ملک کے سامنے پیش کیا؟ تو پھر کیا ابھی
پر تبلیغ کا خیال ہے؟ جب تم قرآن مجید کو غیر مسلموں تک نہیں پہنچا سکتے، اللہ کے پیغام کو صحیح
اور درست طریقے پر نہیں سمجھا سکتے تو پھر کس طرح امید کر سکتے ہو کہ تبلیغ اسلام کر سکوگے؟

آخر میں میں کہوں گا کہ جو لوگ تبلیغ دین کا جوش رکھتے ہیں وہ مبارکباد کے مستحق
ہیں لیکن میں ان سے پھر یہی کہوں گا کہ اس ابتدا کو انتہا نہ سمجھ لیں۔ اس پہلی منزل کو
منزل مقصود نہ سمجھیں۔ ان کی کوششیں مجلسوں، محفلوں اور سالانہ جلسوں تک ختم
نہ ہو جائیں۔ میری دعا ہے کہ ان کی نیتوں کو خیر اور استقامت بخشے۔

(بحوالہ رسالہ پیشوا۔ دہلی)

(فروری ۱۹۳۳ء)

ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلھم بالتی ھی احسن ان ربک ھو اعلم بمن ضل عن سبیله وھو اعلم بالمھتدین (۱۶—۱۲۵) "(اے پیغمبر!) اپنے پروردگار کی راہ کی طرف لوگوں کو بلاؤ۔ اس طرح کہ حکمت کی باتیں بیان کرو، اور اچھے طریقہ پر پند و نصیحت کرو، اور جن لوگوں سے بحث و نزاع کرو تو (وہ بھی) ایسے طریقہ پر کہ حسن و خوبی کا طریقہ ہو۔ تمہارا پروردگار ہی بہتر جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹک گیا ہے، اور وہی جانتا ہے کہ کون راہ راست پر ہے"

(اس) آیت (۱۲۵) میں واضح کیا ہے کہ دعوت الی الحق کا طریقہ کیا ہے؟ فرمایا سرتاسر حکمت اور موعظہ حسنہ ہے "حکمت" یعنی دانائی کی باتیں "موعظہ حسنہ" یعنی پند و نصیحت کی باتیں جو حسن و خوبی کے ساتھ کی جائیں۔ اس کے بعد فرمایا جادلھم بالتی ھی احسن اور اگر بحث و نزاع کرنی پڑے تو کر سکتے ہو لیکن ایسی ہی بحث و نزاع جو نہایت اچھے طریقہ پر ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ دعوت حق کا طریقہ، حکمت اور موعظہ حسنہ کا طریقہ ہے اور بحث و نزاع کی اجازت صرف اس صورت میں ہے کہ احسن طریقہ پر ہو۔ پس ہر بحث و نزاع جو احسن طریقہ پر نہ ہو، دعوت کا طریقہ نہیں ہو گی۔

احسن طریقہ سے مقصود کیا ہے؟ یہ کہ مقصود طلب حق ہو، اپنی بات کی پچ نہ ہو— مخالف کے اندر یقین پیدا کرنا ہو اسے باتوں سے ہرانا نہ ہو۔ اگر وہ چپ ہو گیا اور دل کا کانٹا

نہ نکلا، تو بحث سے کیا فائدہ ہوا؟ ایسا اسلوب، ایسا طریق کار، ایسا لب ولہجہ، اس طرح
کے الفاظ اختیار نہ کئے جائیں جو مخالف کے دل کو دکھ پہنچانے والے ہوں، یا
اسے سننے والوں کی نظروں میں ذلیل ورسوا کرنے والے ہوں۔ کیوں کہ اگر بحث
سے مقصود دعوتِ حق ہے تو مخاطب کے دل کو نرمی ومحبت سے حق کی طرف
متوجہ کرنا چاہیئے، نہ یہ کہ صدمہ پہنچانا ضد میں لانا اور جوشِ نفرت سے بھر دینا۔

بدقسمتی سے دنیا میں طلبِ حق کی راہ بھی محض جدل ونزاع کی راہ بن گئی ہے،
ہم اپنے دنیوی اغراض ومقاصد کے لئے لڑنے کے عادی ہیں۔ جب کبھی کوئی ایسا جھگڑا پیش آتا
ہے تو صرف اپنی جیت ہی کیلئے لڑتے ہیں۔ اس خیال سے نہیں لڑتے کہ حق وانصاف کیا ہے؟ اگر اتفاقاً
خود ہمارا ضمیر گواہی دیتا ہے کہ ہم برسرِ حق نہیں ہیں اور انصاف مخالف کے ساتھ ہے لیکن
چونکہ اپنا مطلب کسی نہ کسی طرح حاصل کرنا ہوتا ہے، اس لئے کبھی اعترافِ حقیقت کے لئے
تیار نہیں ہوتے۔ حق اور انصاف ہم سے جس قدر الگ ہوتا جاتا ہے، بحث ونزاع کی سرگرمی
اتنی ہی زیادہ بڑھتی جاتی ہے۔ اگر ہمارا مقدمہ سب سے زیادہ کمزور ہوگا۔ تو ہم خیال
کریں گے کہ ہماری بحث ونزاع کی سرگرمی سب سے زیادہ ہونی چاہیئے۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ کم از کم دین کے معاملے میں ہم ایسا نہ کرتے۔ دنیوی معاملات
میں کچھ نہ کچھ لینا دینا ہوتا ہے، اس لئے غرض پرست آدمی اپنی بات کی پچ کرتا ہی
رہے گا لیکن دین کی راہ لین دین کی راہ نہیں ہے، سچ کو سچ مان لینے کی راہ ہے
اور جوں ہی ہم نے کسی بات کو سچ نہ سمجھ کر بھی سچ ثابت کرنا چاہا، دین کی راہ نہ رہی —
عین اس کی ضد ہوگئی۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ ہم نے سچائی کے کام کو بھی جھوٹ کا
کاروبار بنا دیا ہے۔ ہم دین کے بارے میں بھی ٹھیک اسی طرح جھگڑتے ہیں جس
طرح دنیا کے معاملات میں۔ ہم جب کبھی کسی سے بحث کریں گے تو ہمارے وہم وگمان
میں بھی یہ خیال نہیں گزرے گا کہ اس راہ میں اصل مقصود طلبِ حق ہے، اور
جونہی حق سامنے آجائے ہمارا فرض ہے کہ اعتراف کرلیں، بلکہ بحث کریں گے ہی اس
لئے کہ اپنی اور اپنے فریق کی بات منوانی ہے اور خواہ کچھ ہو فریق مخالف کو ہرانا ہے

اگر دیکھیں گے کہ حق اور معقولیت ہمارے ساتھ نہیں ہے تو غیر متعلق باتوں پر زور دینے لگیں گے، بدزبانی پر اتر آئیں گے، مارنے مرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے اور پھر کہیں گے ہم جیت گئے۔

قرآن کہتا ہے کہ یہ "جدل" کا طریقہ ہے "دعوت" کا طریقہ نہیں ہے۔ اور دین کی راہ دعوت کی راہ ہے۔ جدل کی راہ نہیں ہے۔ اگر جدل کرنا ہی پڑے تو صرف اس حالت میں کیا جا سکتا ہے کہ احسن طریقہ پر ہو یعنی راست بازی، دیانت، شیریں زبانی اور شائستگی کے ساتھ کیا جائے۔ آگے چل کر سورہ عنکبوت میں بھی یہی حکم ملے گا۔ ولا تجادلوا اهل الكتاب الا بالتي هي احسن (۴۶) اس کے بعد فرمایا وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به ولئن صبرتم لهو خير للصابرين

اگر مخالف ناحق کوشی میں سرگرم ہے اور حق و زیادتی پر اتر آیا ہے تو ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ تم بھی آپے سے باہر ہو جاؤ۔ ایسا کرنا راست بازی کا طریقہ نہ ہوگا۔ ایک برائی کے جواب میں دوسری برائی کا ارتکاب ہوگا جو ممکن ہے پہلی سے بھی زیادہ سخت برائی ہو جائے بہتری تو اس میں ہے کہ سختی کا جواب سختی سے نہ دو جھیل جاؤ، پروا نہ کرو، بخش دو اسی میں تمہاری اصل جیت ہے۔ لیکن اگر طبیعت پر قابو نہیں پاتے اور سختی کا جواب سختی سے دینا چاہتے ہو تو پھر انصاف کا سر رشتہ ہاتھ سے نہ چھوٹے جتنی اور جیسی سختی تمہارے ساتھ کی گئی ہے۔ ویسی ہی اور اتنی ہی تم بھی کر لو۔ اس سے آگے نہ بڑھو، ذرا بھی بڑھے تو یہ ظلم ہوگا اور ظلم راستی کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔

غور کرو! قرآن کا محض ایک لفظ یا محض ایک ترکیب کس طرح مقاصد و مسائل کے فیصلے کر دیا کرتی ہے؟ پہلے بصیغہ امر دعوت کا حکم دیا گیا تھا۔ ادع الی سبیل ربک پس چاہیئے تھا کہ یہاں بھی بدلہ لینے کا حکم دیا جاتا اور کہا جاتا اگر تمہارے ساتھ سختی کی گئی ہے تو تم بھی ویسی ہی سختی کرو۔ مگر نہیں ایسا نہیں فرمایا۔ بلکہ کہا: وان عاقبتم۔ اگر ایسا ہو کہ تم مخالف کے جواب میں سختی کرنا چاہو، تو چاہیئے کہ حد سے نہ بڑھو اس سے معلوم ہوا کہ سختی کے جواب میں سختی کا حکم نہیں ہے محض اجازت ہے یعنی اگر

ایک آدمی وہ مقام حاصل نہیں کرسکتا جو اس بارے میں بہتری اور خوبی کا اصل مقام ہے یعنی جھیل جانا اور بخش دینا، تو اسے بدلہ لینے کی اجازت دے دی گئی ہے، لیکن اجازت کو بمثل ما عوقبتم سے مقید کر دیا ہے تاکہ زیادتی کا دروازہ بند ہو جائے۔ اب دو ہی راہیں کھلی رہ گئیں: عزیمت تو اس میں ہوئی کہ جھیل جاؤ اور بخش دو۔ رخصت اس کی ہوئی کہ جتنی سختی کی گئی ہے، اتنی ہی تم بھی کر لو۔ اس سے آگے قدم نہیں بڑھا سکتے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام غزالی (رحمۃ اللہ علیہ) کی ایک تقریر بہت مقبول ہوئی ہے، جو انہوں نے "القسطاس المستقیم" میں لکھی ہے، اور بعد کے مفسرین نے عموماً اسے اختیار کر لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں، استعداد و فہم کے لحاظ سے ہر انسان کی طبیعت یکساں نہیں۔ اور ہر ذہنی حالت ایک خاص طرح کا اسلوب خطاب چاہتی ہے۔ ارباب دانش کے لئے استدلال کی ضرورت ہوتی ہے، عوام کے لئے موعظت کی، اور اصحاب خصومت کے لئے جدل کی۔ پس اس آیت میں قرآن نے تینوں جماعتوں کے لئے تینوں طریقے بتلا دیئے ہیں۔ ارباب دانش کو حکمت کے ساتھ مخاطب کرو۔ عوام کو موعظت کے ساتھ۔ اور ارباب خصومت کے لئے جدل کی بھی اجازت ہے مگر بطریق احسن۔

(ترجمان القرآن جلد دوم)

ملنے کا پتہ

مکتبہ سعدیہ

۹/۱ علیگڈھ ہاؤسنگ سوسائٹی ۔ کراچی ۱۶